بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے نوجواں مسلم......!

مؤلف

مولانا نوراللہ رشیدی

ڈائریکٹر النور ریفارمنگ سنٹر، اسلام آباد

ناشر

النور ریفارمنگ سنٹر، اسلام آباد

0300-2475468

0311-8470209

عصر حاضر کے تقاضے اور مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریاں

عصر قدیم کا جائزہ:

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کا معاشرہ بے شمار بیماریوں میں لت پت ہو چکا تھا، مثلاً اس وقت ان کے پاس کوئی رہبر و پیامبر نہیں تھا بس جس فرد کے من میں جو آتا وہ اس کو کر گذرتا تھا۔ اس معاشرہ میں بسنے والے اپنے متعلقین خواہ ان سے کتنا ہی بڑا خونی رشتہ نہ ہو اس کی تمیز کیے بنا وہ ان کے حقوق کو غصب کرتے ہوئے اپنی ذاتی منفعت و استراحت کے لیے سب کچھ کر گذرتے تھے۔ اس معاشرے کو جن مسائل کا سامنا تھا ان میں سے ایک اہم مسئلہ ملت کی مجموعی فلاح و بہتری کی سوچ وفکر کرنے والا کوئی فرد موجود نہ تھا۔ اس معاشرے میں بھی بہت سے افراد انفرادی طور پر روحانی زندگی بسر کر رہے تھے ماسبق کتب کی روشنی میں اسی بات کو بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے کہا ہے

لَيْسُواْ سَوَاء مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّهِ آنَاء اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَo يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُوْلَـئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَo

(سورہ آل عمران آیت 113-114)

ترجمہ: "سب یکساں نہیں (انہی) اہل کتاب میں ایک جماعت قائم ہے (اس بات پر کہ) یہ لوگ اللہ کی آیتوں کی تلاوت اوقات شب میں کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، یہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور اچھی باتوں کی طرف دوڑتے ہیں یہی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے ایسے افراد اس معاشرے میں موجود تھے جو ذاتی اور انفرادی طور پر صالح الاعمال اور سلیم العقل تھے۔ مگر افسوس کہ وہ بحیثیت اجتماعی، بہتر انسانی معاشرے کے قیام سے یا تو عاجز تھے یا انہوں نے اپنے نیکوکار ہونے پر اکتفا کر لیا تھا۔

بعثت خاتم النبیین ﷺ و اُمت آخر

ساتویں صدی عیسوی کے اس انسانی معاشرے کی ان تمام کمزوریوں کو دُور کرنے کے لیے کوئی مناسب و مؤثر قیادت میسر نہ آ رہی تھی ایسے میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو یہ شرف بخشا کہ نبی مکرم رسول معظم ؐ کی بعثت اور آخری امت کی بعثت فرمائی۔ مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ ''ساتویں صدی میں جس خلا کو پوری صلاحیت اور قدرت کے ساتھ ملت اسلامیہ نے پر کیا تھا، وہ عالمی قیادت کا خلا تھا۔ اس خلا کا پر ہونا امت اسلامیہ کی بعثت کا کرشمہ ہے، جس کا ایک ایک فرد مینارہ نور، حامل ایمان و یقین تھا، جس نے ظلمتوں میں اپنی راہ پیدا کی۔ (زمانے کا حقیقی خلاء 17)'' اُمتِ اسلامیہ کی بعثت یعنی بھیجے جانے کے بہت سے ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہیں یہاں اختصار کے پیش نظر اتنا عرض کروں گا کہ آنحضرت ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ربعی ابن عامرؓ فارس کے بادشاہ رستم کے دربار میں اسلام کا پیغام امن و آشتی لے کر جاتے ہیں تو اس پر رستم نے آپؓ سے سوال کیا کہ وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو اپنے علاقہ ترک کر کے یہاں آنے مجبور کیا؟ تو حضرت ربعی ابن عامرؓ نے جواب میں جو الہامی کلمات کہے وہ سونے سے نقش کرنے کے قابل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی جاہ و منزلت، دولت کی لالچ یا حکومت کرنے کا شوق یہاں کھینچ کر نہیں لایا بلکہ ''یہاں اللہ نے ہمیں بھیجا ہے تا کہ جس کو وہ چاہے اس کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف آ کی بندگی میں داخل کریں، اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں داخل کریں، اور مذاہب و ادیان کی زیادتیوں سے نجات دلا کر اسلام کے انصاف میں داخل کریں'' اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ دین اسلام نے

جانوروں سے بھی بدتر معاشرے کی قیادت سنبھالی اور ان کی اصلاح وفلاح کا علم لہرایا۔ یہ اسلام ہی کا امتیاز ہے، اسلام کے اس امتیاز کو جاننے کے لیے اولین اسلامی حکومتوں کے حالات کو تفصیل سے پڑھا جا سکتا ہے۔

عصر حاضر کے مسائل

عصر قدیم کا معاشرہ جس طرح بے پناہ امراض کے سبب متعفن ہو چکا تھا آج عصرِ حاضر کی صورتحال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ آج معاشرے کا ہر فرد اپنی انفرادی دنیوی زندگی اچھی سے اچھی بسر کرنا چاہتا ہے، وہ بنا کسی تمیز و چھان بین کے تمام وسائل مادیہ کا جائز و نا جائز استعمال کر کے اپنی ذاتی زندگی بہتر اور اچھی بسر کرنا چاہتا ہے۔ یعنی اچھی گاڑی، اچھا گھر، بینک بیلنس، سماج میں بڑا عہدہ و بڑا نام، یہ سب کچھ حاصل کرنے کی فکر میں منہمک ہے۔ اگر چہ یہ امر اسلام کی نظر میں مکمل طور پر معیوب نہیں ہے ہاں البتہ اسلام اتنی دعوت فکر ضرور دیتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے جو وسائل حاصل کیے ہیں ان کے حصول کا واسطہ وطریقہ جائز ہونا چاہیے اور دوسرا یہ کہ اگر آپ کو آنے آپ کی محنت کی بدولت عنایات وعطایات سے نوازا ہے تو ایسے میں آ کے احسان مندر ہیں اپنی اس کامیابی کو ذاتی تفاخر و بالا دستی کے لیے استعمال نہ کریں، اور اسی طرح اپنے حلال مال کو خرچ کرنے میں اسراف و تبذیر سے احتراز کریں۔ اور سب سے بڑھ کر اپنی زندگی کے مکمل ضابطہ حیات میں اس اللہ واحد کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیں جس کی عنایات کی بدولت آپ دنیا میں بہتر زندگی گزارنے کے قابل ہوئے ہیں۔

میں اس مقام پر عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ویسے تو مسائل کی بہت طویل فہرست ہے مگر اختصار کے پیش نظر میں چند اہم مسائل کی جانب اشارہ کروں گا۔ اولاً قیادت کا فقدان ثانیاً مادیت میں غلو پر مبنی سوچ وفکر، ثالثاً ذمہ داری کا عدم احساس، رابعاً اخلاقی پستی، خامساً اجتماعیت کی عدم دستیابی اور سادساً عصر حاضر

کی ضرورتوں سے ناواقفیت۔

1: قیادت کا فقدان

جیسا کہ میں ماسبق میں ذکر کر چکا ہوں کہ اسلام کی آمد کا مقصد ہی انسانیت کو بہترین، پاک صالح، خداترس اور انسان دوست اور اللہ تعالیٰ سے خشوع وخضوع رکھنے والی قیادت کی فراہمی تھی۔ اسلام نے انسانیت کو جو قیادتیں فراہم کیں ان کی مثالیں پیش کرنے کی آپ کے سامنے اگر چہ ضرورت نہیں مگر بطور یاد ہانی کہ چند شخصیتوں کی مثال پیش کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے جانشینِ اوّل سیدنا صدیق اکبرؓ نے منصبِ خلافت سنبھالتے ہی جو خطبہ دیا تھا وہ انسان دوستی پر مبنی تھا اس میں آپؓ نے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک آپ میں سے طاقتور اس وقت تک کمزور ہے جب تک میں غریب کا حق اس سے نہ لے لوں اور آپ میں سے کمزور اس وقت تک میرے نزدیک طاقت ور ہے جب تک میں اس کو طاقت ور سے اس کا حق نہ دلا دوں'' دین اسلام سے محبت آپؓ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپؓ نے جب وفات النبی ﷺ کے بعد فتنوں کو دیکھا اور ان فتنوں کی سرکوبی کرنے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمرؓ نے مشکلات ومسائل کی جانب توجہ دلائی، اس وقت آپؓ نے فرمایا کہ ''اینقص الدین وانا حی'' کہ (انسانیت کے عالمگیر اور متوازن نظام حیات یعنی) دین اسلام میں کمی کی جائے اور میں زندہ ہوں یہ امر محال ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ جن کے زمانہ خلافت میں فتوحات فارس وروم کی شکل میں اسلام کی سلطنت میں اضافہ ہوا۔ خشیت الٰہی اور احساس ذمہ داری ان میں اس قدر رچی بسی تھی کہ وہ فرماتے تھے کہ ''دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے تو کل روز قیامت عمرؓ اللہ کو کیا جواب دے گا'' اسلام کے پیام عالمگیر کو دنیا بھر میں پہنچانے کے لیے اپنی جدوجہد صرف کرنے والے حضرت عقبہ بن نافعؓ نے فرمایا تھا کہ یہ سمندر حائل نہ ہوا ہوتا تو میرا قافلہ برابر چلتا چلا جاتا یہاں تک کہ آخری کنارے تک میں اسلام کا پیغام آفاقی پہنچا چھوڑتا۔ عصر حاضر کا سب سے بڑا چیلنج

جس سے مسلمان برسرِ پیکار ہیں وہ قیادت کی عدم دستیابی ہے۔ عالم اسلام کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی دولت سے نواز رکھا ہے مگر باوجود اس کے آج مسلم حکمران اغیار کی خوشنودی کے لیے اپنی تمام تر خدمات پیش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں پر ذلت مسلط ہو چکی ہے۔ جس اسلام نے انسانیت میں قیادت کی کمی کو دور کیا تھا آج وہ ہی قیادت کی کمی کا شکار ہیں۔

2: مادیت میں غلو پر مبنی سوچ وفکر

عصر حاضر میں جس طرف نظر ڈالی جائے وہیں پر ہر فرد، ہر جماعت، ہر قوم پر مادیت کی سوچ وفکر کا غلبہ نظر آتا ہے۔ سید ابو الحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ ''فکر بڑی نعمت بھی ہے اور بڑا عذاب بھی۔ ہر وقت گھر کی فکر، زیادہ کمائی کی فکر، دولتمند بننے کی فکر، زیادہ ترقی کرنے کی فکر، تو یہ تمام فکریں خدا کا عذاب ہیں لیکن ملت کی فکر خدا کی بڑی نعمت ہے یہ درد اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کو عطا فرماتا ہے جن پر اس کا کرم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ ایسے آدمی پر رحم کھانے کے لیے کہتے ہیں کہ اس کو کسی وقت چین نہیں ہر وقت ملت کے غم میں ڈوبا رہتا ہے۔ مسلمان خدائی فوج دار ہے مسلمان کو کب فرصت، مسلمان کے لیے کہاں کا عیش (اسی جانب توجہ دلاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا ''الدنیا سجن المؤمن ''یعنی دنیا تو مومن کے لیے قید خانہ ہے، جیسے ایک قیدی قید خانے میں زندگی تو گزارتا ہے لیکن اسے بے چینی لاحق رہتی ہے اسی طرح مومن اس دنیا میں زندگی تو گزارتا ہے لیکن اسے دارِ آخرت کی بے چینی لاحق رہتی ہے) مادیت میں غلو پر مبنی جو فکریں ہم پر سوار ہو چکی ہیں اسی (ملت) کی فکر کے نہ ہونے کے سبب سے ہیں اگر یہ ایک فکر نصیب میں آ جائے تو سب فانی فکروں سے نجات مل جائے۔ (ملت کے نوجوان اور ان کی ذمہ داریاں 19)

مولانا روم نے اپنی مثنوی میں ایک عبرت آموز واقعہ تحریر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ''کل رات کا واقعہ ہے کہ ایک ضعیف العمر آدمی چراغ لیے شہر کے گرد گھوم رہے تھے اور اندھیری رات میں کچھ تلاش کر رہے تھے میں نے کہا حضرت سلامت آپ کیا تلاش کر رہے ہیں وہ فرمانے لگے مجھے انسان کی تلاش ہے میں چوپایوں اور درندوں کے ساتھ رہتے رہتے عاجز

آ گیا ہوں۔ میرا پیمانہ صبر سے لبریز ہو چکا ہے اب مجھے ایسے انسان کی تلاش ہے جو خدا کا شیر اور مرد کامل ہو۔ میں نے کہا بزرگوار اب آپ کا آخری وقت ہے انسان کو آپ کہاں تک ڈھونڈیں گے اس عنقا کا ملنا آسان نہیں۔ میں نے بھی بہت ڈھونڈا ہے لیکن نہیں پایا۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ میری ساری عمر کی عادت یہ ہے کہ جب کسی چیز کو سنتا ہوں کہ وہ نہیں ملتی تو اس کو اور زیادہ تلاش کرتا ہوں۔ تم نے مجھے اب اس بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ میں اس گم گشتہ انسان کو اور زیادہ ڈھونڈوں اور اس کی تلاش سے باز نہ آؤں۔

(آدمیت سے بغاوت از سید ابوالحسن ندویؒ)

3: احساسِ ذمہ داری

آج انسانوں بالخصوص مسلمانوں میں احساسِ ذمہ داری کا عنصر مفقود ہو گیا ہے۔ یوں جانا جاتا ہے کہ ہم دنیا میں بس کھانے پینے، لہو و لعب میں وقت برباد کرنے، شادی بیاہ، سیر و تفریح کے لیے آئے ہیں اور پھر مر کر ختم ہو جائیں گے۔ آخرت کے انجام کی کسی کو کوئی فکر نہیں، کوئی نہیں جانتا بلکہ جاننا بھی نہیں چاہتا کہ اس کے پیدا کرنے کا مقصد اصلی کیا ہے کیوں کہ اگر وہ یہ جان لے گا تو اس سے ذمہ داری نبھانے کا مطالبہ کیا جائے گا اور آج کا انسان اپنا کام کرنے کو بالکلیہ تیار نہیں۔ قرآن پاک میں آ عزوجل نے واضح الفاظ میں انسان کی تخلیق کے مقصد کو بیان فرما دیا ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" (سورہ الذاریات 56)" اور نہیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر بندگی کے لیے۔ بندگی یہ نہیں ہے کہ نماز، روزہ، حج ادا کر لیا اور چند خوشی غمی کی رسوم کو پورا کر دیا بلکہ عربی جاننے والے سمجھتے ہیں کہ بندگی کا مفہوم بڑا وسیع ہے، انسان کی ساری کی ساری زندگی آ تعالی کے سامنے تسلیم ہو جانا ہی کامل بندگی ہے۔ اسی طرح انسان پر لازم ہے کہ وہ خود زندگی کے الٰہی ضابطہ حیات یعنی اسلام پر چلے اور اپنے قرب و جوار میں بالخصوص اور ساری انسانیت تک بالعموم اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی جہد مسلسل کرے۔ اس فرض سے ہر وہ آدمی سبکدوش نہیں ہو سکتا جو دعویدار ہے اس بات کا کہ اس نے محمد عربی ﷺ کے پیغام کو مکمل طور پر قبول کر کے اسلام کو

اپنی دنیوی زندگی کا کامل ضابطہ حیات مان لیا ہے۔

4: اخلاقی پستی

زمانہ قدیم کی طرح عصر جدید کے معاشرے میں انسانوں کا باہمی تعلق مطلب پرستی اور مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے قائم ہے۔ موجودہ دنیا کے انسان میں خدا پرستی پر نفس پرستی غالب آ چکی ہے، آج کا انسان مادیت کا غلام بن چکا ہے، اس میں انسانیت کا احساس مٹ چکا ہے، ہر فرد جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کی رو میں بہا جا رہا ہے کسی بھی وقت وہ ذرا ٹھہر کر یہ سوچنے پر تیار نہیں کہ آیا اللہ نے اس کو معدہ و پیٹ کے ساتھ دماغ، دل اور روح بھی عطا کی ہے اور اس کی بالیدگی کے لیے لازم ہے کہ انسان اپنے اخلاقی اوصاف کو درست کرے اپنے دل میں پوری انسانیت کا درد پیدا کرے کیوں کہ انسانوں کی سوچ و فکر اور ان کے عمل کا اثر پوری کائنات کے اخلاق اور معاملات پر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معلم اخلاق بنا کر بھیجا تھا۔ قرآن میں ارشاد ہے "انک لعلیٰ خلق عظیم" یعنی آپ ؐ کا اپنا فرمان ہے کہ "انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" کہ میں اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

5: اجتماعیت کی عدم دستیابی

موجودہ معاشرے کو ایک اہم عنصر جو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے وہ باہمی اتحاد و یگانگت کی عدم دستیابی ہے۔ موجودہ معاشرہ متعدد طبقوں میں بٹ چکا ہے یعنی ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اسی سبب سے دشمنان اسلام ہمیں گاجر و مولی کی طرح کاٹتے جا رہے ہیں۔ کیوں کہ اتحاد و اتفاق میں برکت ہے چرند، پرند، حیوان اور انسان میں سے جو بھی اس کو اپنا لے اس میں فطرتی طور پر قوت و طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور دشمن کے دل میں انکا خوف گھر کر جاتا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو باہمی اتحاد و اتفاق اور آپس میں بھائی چارگی کی فضا پیدا کرنے کی دعوت دی ہے اور اس پر ریاست اسلامیہ مدینہ میں آپ ؐ نے انصار و مہاجرین میں

مواخات مدینہ قائم کر کے عملی ترغیب دی۔ اسلام کے دامن عافیت میں پناہ لینے والے تمام افراد کو یکساں حیثیت مل جاتی ہے، شخصی امتیازات کے سبب مراتب کی درجہ بندی تو ہوسکتا ہے مگر بحیثیت مسلم ان میں کسی قسم کی تقسیم روا نہیں رکھی یہ امر سنت باری تعالیٰ ہے کہ آ نے صحابہ کرامؓ کا تذکرہ فرماتے ہوئے ہمیشہ جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ کہ یہی لوگ کامیاب ہیں۔ یہی لوگ راشد ہیں، یہی لوگ مومن ہیں وغیرہ مگر افسوس آج ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام کے پیغام کو ملکی، سیاسی، مذہبی، صوبائی، لسانی، قومی عربی و عجمی جیسی تقسیمات میں بانٹ کر ملت کی اجتماعیت پر شب خون مار چکے ہیں۔

6: عصر حاضر کی ضرورتوں سے ناواقفیت

موجودہ دور میں ایک اور امر جس کا ہم مسلمانوں کو سامنا ہے وہ یہ کہ وقت کے تقاضوں اور ضروریات سے بے پرواہ ہو چکے ہیں۔ اس امر میں کوئی دورائے نہیں کہ اسلام تاقیامت انسانیت کی راہنمائی کے لیے آیا ہے اس پر لب کشائی کی اجازت کسی کو نہیں البتہ زمان و مکان کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اسلامی دعوت کو اسی پیرائے میں پیش کرنے کی ممانعت بھی ہر گز نہیں کی گئی۔ قرآن پاک میں بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ "کہ اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت و دانائی اور موعظ حسنہ خوش اسلوبی کے ساتھ دعوت دیں۔ موجودہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، انسان چاند پر اپنی کمند ڈال چکا ہے، عمل اور تجربہ کے بنا کسی بات کو کوئی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کی طرح اسلام کی دعوت کو پورے عالم میں پہنچانے کے لیے دعوت کے اسلوب پر از سر نو داعیان دین غور کریں۔ آج کا معاشرہ دو حصوں میں منقسم ہے یا تو وہ عصر حاضر کے تقاضوں سے سرے سے ہی واقف نہیں اگر واقف ہے بھی تو اس سلسلے میں کام کرتے وقت حکمت و دانائی کے عطیہ سے خالی ہے اور دوسرا جو عصر حاضر کے تقاضوں سے واقف تو ہے مگر وہ مغرب کی اندھی تقلید میں ہی اپنی نجات و بھلائی محسوس کرتا ہے ہمارے معاشرے میں غالب عنصر اسی دوسرے طبقے سے ہیں۔ اس دوسرے طبقے کے

زاویہ فکر کو درست کرنے اور ان کی صلاحیتوں کو کام میں لانے کے لیے اور پوری انسانیت کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے میں جس امر کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اسلوب دعوت کو درست کیا جائے۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی دعوت اور اصلاحی تحریکات کی دعوت میں فرق یہ ہے کہ بعض تحریکیں اور دعوتیں ایمان بالآخرت کی ترجمانی بہت اچھی طرح کرتی ہیں اور بہت تفصیل کے ساتھ اور دلنشین انداز و طریقہ پر اس کی حکمتوں اور زندگی پر اس کے خوشگوار اثرات اور اخلاقی نظام میں اس کی اہمیت کا ذکر کرتی ہیں، لیکن ہر ذہین شخص محسوس کرسکتا ہے کہ یہ آخرت کا صرف ایک اخلاقی ضرورت اور ذریعہ اصلاح وتربیت کے طور پر استعمال ہے اس لیے کہ اس کے بغیر بہتر سماج اور صالح معاشرہ کا قیام مشکل ہے، یہ کوشش بعض وجوہ سے لائق تحسین ضرور ہے مگر انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے طریقہ فکر اور طریقہ عمل ان کی سیرت وکردار اور ان کے خلفاو تابعین کے طریقہ زندگی سے کھلے طور پر مختلف ہیں دونوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء ایمان و وجدان، احساس وشعور اور ذوق وشوق کا نام ہے، وہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جو انسان کے تمام احساسات وجذبات کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے جبکہ اصلاحی تحریکیں اس کو قانونی حیثیت سے تسلیم کرنے کی ظاہری شکل ہے۔ انبیاء آخرت کا ذکر اس وقت کرتے ہیں جب بے ساختگی، لذت، لطف وکیفیت کو محسوس کرلیں اور اس کی دعوت بڑی قوت، گرم جوشی، اور یقین کے ساتھ قبول کرتے ہیں دوسری جانب اصلاحی تحریکوں کے لوگ اخلاقی وسماجی ضرورت کے بقدر اس کا ذکر کرتے ہیں، اور قومی اصلاح اور اخلاقی تنظیم کے جذبہ سے اس کی دعوت دیتے ہیں۔

(معرکہ ایمان ومادیت 108 از سید ابوالحسن ندویؒ)

مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریاں

عصر حاضر میں نوجوانوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں ویسے تو ان کی فہرست طویل ہے کیوں کہ تاریخ شاہد ہے کہ نوجوانوں کا کردار اور ان کی ذمہ داریاں ہر دور میں مسلم رہی ہیں

اسلام کی دعوت کو عروج ملنے میں بھی نوجوانوں کا بڑا کردار ہے۔نوجوانوں کی اہمیت اسلام میں مسلم ہے اسی لیے آپؐ نے اپنی حیات کے اواخر میں جس لشکر کو تیار کروایا اس کی قیادت باوجود جلیل القدر صحابہ بشمول سیدنا عمر فاروقؓ کی موجودگی میں اس وقت کے بمشکل اٹھارہ سالہ نوجوان حضرت اسامہؓ بن زید کو سونپی۔ دنیا میں اب تک تمام برپا ہونے والے انقلابات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بھی انہی کا کردار عیاں نظر آتا ہے۔خود برصغیر سے انگریز کے انخلاء اور تحریک آزادی میں نوجوانوں کے کردار کو کسی صورت فراموش نہیں کیا جا سکتا۔نوجوانوں کی اہمیت کا احساس وادراک علامہ اقبالؒ میں بدرجہ اتم موجود تھا اس لیے انہوں نے اپنے کلام کا وافر حصہ نوجوانوں سے متعلق تحریر کیا وہ فرماتے ہیں

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے　　ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

نوجوانوں کی ذمہ داریوں اور ان کے کردار پر بہت سے لوگوں نے لکھا ہے مگر سب سے زیادہ مفصل انداز میں قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے سورہ کہف کا نام ہی ان نیک نوجوانوں کے واقعہ کی جانب اشارہ کرنے کے لیے اللہ نے رکھا کہ جو اپنا سب کچھ اللہ کے لیے قربان کر چکے تھے۔اسی طرح حضرت لقمان علیہ السلام نے قرب وفات اپنے بیٹوں کو جو نصیحت کی قرآن پاک نے واضح بیان فرما دیا حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو سات باتوں کی وصیت کی۔

ا۔توحید کی دعوت

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ٥ (سورہ لقمان،15)

''اے میرے بیٹوں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا بیشک شرک بھاری ظلم عظیم ہے۔یعنی زندگی میں کوئی مسئلہ پیش آجائے تو اللہ کو پکارنا۔''

ب۔ اللہ کی ذات باریک بین ہے۔

يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ (سورہ لقمان16)

اے میرے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر پھر وہ بھی کسی چٹان میں یا آسمان میں ہو یا زمین میں اللہ ضرور لائے گا اور بیشک اللہ باریک بین اور خبیر ہے۔

ج۔ نماز قائم کرنا

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ (سورہ لقمان17)

"اے میرے بیٹے نماز قائم کرنا" کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست مدد طلب کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔

د۔ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا فریضہ

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ (سورہ لقمان17)

"نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا"۔

یہ فریضہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے صدقے ملت اسلامیہ کو عطا فرمایا ہے کیوں کہ یہ امر اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہے۔ (سورہ لقمان، 17)

ھ۔ مصائب ومشکالات پر صبر کرنا

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (سورہ لقمان17)

"جو مصیبت تم پر آجائے اس پر صبر کرنا بیشک یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے۔

انسان کو زندگی میں مصائب ومشکلات میں سے گذرنا پڑتا ہے تو ایسے میں صبر کا

دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔اسلام نے مشکالت پر صبر کرنے کی بڑی اہمیت بیان کی ہے۔''

و۔ کبر و غرور سے اجتناب کرنا

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (سورہ لقمان18)

''اور لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا، اور زمین پر اترا کے نہ چل کسی تکبر کرنے والے اور شوخی بگھارنے والے کو آپسند نہیں کرتا''

ز۔ رفتار و آواز میں اعتدال

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (سورہ لقمان19)

''اور اپنی رفتار میں میانہ روی پیدا کر اور آواز کو پست رکھ بیشک آوازوں میں سے بدتر آواز گدھے کی ہے۔''

آج کا نوجوان دنیا کی رنگینی میں مستغرق ہو چکا ہے، مادیت کی دلدل میں دھنس چکا ہے۔وہ اپنی ذمہ داریوں سے انتہا درجہ تک غافل ہو چکا ہے لہو ولعب میں وقت گذارنے میں سکون قلبی محسوس کرتا ہے، فلمیں، ڈرامے، فیس بک اور سوشل میڈیا پر اپنا وقت برباد کرنے کو اپنی بلند ہمتی اور ترقی جانتا ہے اور بات کرنے پر وہ اس مثل کی طرح ''چور الٹا کوتوال کو ڈانٹے'' کا نمونہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اپنی ذاتی زندگی میں بااختیار ہیں اور ہم من چاہی زندگی گذارنے میں ہم مکمل آزاد ہیں باپ، استاد، دوست اور داعی کسی کو کوئی حق نہیں کہ وہ ہمارے نجی و ذاتی معاملات میں مداخلت کریں۔

لندن میں نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے حضرت سید ابوالحسن ندویؒ نے فرمایا تھا کہ ”عزیزو! آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آپ کو جنھوں نے یہاں بھیجا ہے ان کے لیے یہ کافی نہیں کہ آپ اچھے سائنس دان، اچھے ٹیکنیشن، اچھے انجینئر، اچھے ڈاکٹر، اچھے آرٹسٹ اور مغربی زبانوں اور ادبیات کے ماہر بن کر جائیں۔ اگر آپ نے صرف سائنس دان صرف انجینئر اور صرف قانون دان بنے تو آپ نے ملک کو صحیح فائدہ نہیں پہنچایا، آپ کو ان علوم میں مجتہدانہ قابلیت پیدا کرنی چاہیے کہ اگر آپ قانون کے طالب علم ہیں تو آپ کو اسلامی قانون پر عبور حاصل کرنا چاہیے اور دنیا کے اصول قانون کا گہرا مطالعہ کر کے اسلامی قانون کی برتری ثابت کرنی چاہیے، آپ کو اپنے ملکوں میں جا کر کہنا چاہیے کہ مغرب کا کس قدر براحال ہے وہ اس وقت پکے ہوئے پھل کی مانند ہے جو کسی وقت بھی گرنے والا ہے۔ اگر آپ نے مشرق جا کر کہا کہ مغرب سر تا پا خیر ہے اور سراسر بے عیب ہے تو آپ نے اپنی قوم کو دھوکا دیا، اور ایک خلاف واقعہ بات بیان کی، آپ کو یہاں سے واپس جا کر اپنے بھائیوں کو بتانا ہے کہ مغرب کے پاس کیا خوبیاں ہیں؟ اس کی قوت کا کیا راز ہے، اور ان کی زندگی کے کون سے پہلو قابل تقلید ہیں؟ اسی طرح مغرب کی کون سی بیماریاں ہیں، جو اس کو گھن کی طرح کھائی جا رہی ہیں، وہ آج کس اخلاقی جذام میں مبتلا ہے، ہمیں اس کی کن کن چیزوں سے احتراز کرنا ہے اور کون کون سی باتیں ہیں جن کی مشرق کو تقلید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (مغرب سے صاف صاف باتیں از سید ابوالحسن ندوی 57-58)

میں اپنی گزارشات مغرب کے شہر آسٹریا کے مشہور عالم علامہ اسدؒ کے تجربات اور ان کی زندگی کے خلاصہ پر ختم کرتا ہوں۔ انہوں نے اپنی کتاب اسلام دوراہے پر میں تحریر کیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مغرب کی جدید تحقیق، ریسرچ، ادب وثقافت اور ان سے سائنس، ٹیکنالوجی، ریاضیات وغیرہ کی تعلیم ضرور حاصل کریں مگر ان کے علم کے ساتھ ان کی تہذیب وثقافت کو ہرگز نہ لیں کیوں کہ یہ امر مسلم تہذیب کے خاتمے کا موجب بنے

گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کو اپنی ذمہ داریوں اور شناخت کو درست طور پر تھامنے اور ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کے اس شعر میں جو پیغام نوجوانوں اور عامۃ الناس کو دیا گیا ہے کہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کام کریں یا نہ کریں مگر اپنی ذات کی بہتری کے لیے تو کچھ کر گذریں پر اپنی بات ختم کرتا ہوں:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن

وما علینا الا البلاغ

(مقالہ نگار: عتیق الرحمٰن)